مسلم بھیّا

مائل خیرآبادی

فہرست

✪ ✪ ✪

پیش لفظ

"مسلم بھیا" یہ کہانی بہت دن ہوئے، میں نے لکھی تھی۔ اس کا ایک ہی اڈیشن چھپ سکا تھا کہ پھر نہ چھپ سکی۔ مجھے اس کہانی کی افادیت یاد رہی، اب اللہ نے موقع دیا تو میں نے کہانی پر نظر ثانی کی۔ اسے بہت کچھ بدل دیا اور اس میں اسلامی تعلیم کے بنیادی اصول سموئے۔

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ کہانی پھر شائع ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ بچے دلچسپی سے پڑھیں گے اور جس غرض کے لیے لکھی گئی اس کا اثر قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو مقبول فرمائے۔ آمین!!

والسّلام

مائل خیر آبادی

۱۴۔۷۔۹۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلم بھیّا

پیارے رسول ﷺ کے بعد بہت دنوں تک عرب دیس کے لوگ اپنے بچوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ تیر، تلوار اور نیزہ بازی کا ہنر سکھاتے رہے۔ ان کا پیشہ تجارت بھی برقرار رہا۔ وہ عرب کا تجارتی مال باہر لے جاتے اور باہر کا مال لاکر عرب میں بیچتے، تجارت کے لیے انہیں سمندر کا سفر بھی کرنا پڑتا تھا۔ اس وقت جہاز آج کل کی طرح مضبوط نہیں ہوتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ سمندر میں طوفان آجاتا اور جہاز اس طوفان میں تباہ ہو جاتے۔ بہت سے لوگ ڈوب جاتے، کچھ بچ بھی جاتے۔ مسلم بن عقیل پندرہ سولہ برس کا ایک لڑکا ایسا ہی تھا۔ وہ تجارت کے لیے اپنے باپ کے ساتھ سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ جہاز ایک طوفان میں آکر تباہ ہو گیا۔ مسلم بن عقیل ایک تختے کے سہارے بہتا ہوا خشکی سے جا لگا، خشکی پر آکر اس نے اپنے بھیگے کپڑے سکھائے۔ اس کے بعد سوچنے لگا، کہاں جائے؟ سامنے جنگل تھا جنگل کے کنارے کچھ چرواہے اپنی بکریاں چرا رہے تھے۔ مسلم اسی طرف چل دیا۔ نزدیک پہنچا تو شور سنا۔ اس نے دیکھا کہ چرواہے اپنی بکریاں ایک طرف ہنکاتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ ان میں ایک لڑکی بھی اپنی بکریاں بھگا رہی تھی۔ اسی طرف ایک بھیڑیا لپکا چلا آرہا تھا۔ مسلم نے سوچا کہ اس بے چاری کی مدد کرنا چاہیے۔ اس نے بڑھ کر ایک بڑا سا پتھر اٹھا لیا۔ بھیڑیا بکریوں پر نظر جمائے جا رہے تھا۔ مسلم اس کی طرف بڑھا۔ بھیڑیا جیسے ہی اس کے پاس پہنچا، پتھر اس کے سر پر دے مارا۔ بھیڑیا چوٹ کھا کر

گرا تو مسلم نے وہی پتھر اٹھا کر پھر دھمکا۔ بھیڑیا غرّا رہا تھا اور مسلم پتھر اٹھا اٹھا کر اس پر دھمک رہا۔ آخر بھیڑیا مر گیا۔ تمام چرواہوں نے مسلم کی بہادری دیکھی۔ وہ سب اس کے پاس آئے۔ چرواہے بہت خوش تھے، پوچھنے لگے: ''بھائی! تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟'' مسلم ان کی بولی نہیں سمجھتا تھا۔ سمندر کی طرف اشارہ کیا اور ہاتھ ہلا ہلا کر بتایا کہ بہتا ہوا ادھر آ گیا۔ وہ لڑکی جس کی بکریوں کی طرف بھیڑیا آ رہا تھا، مسلم کے پاس آئی۔ اس کا لمبا کرتہ پکڑا اور اشارہ کیا کہ ہمارے گھر چلے۔ مسلم اس کے پیچھے ہو لیا۔ گاؤں دکھائی دیا، گاؤں کے کنارے ایک جھونپڑا تھا۔ جھونپڑے کے پاس بانسوں کا ایک کٹھرا تھا۔ لڑکی نے بکریاں کٹھرے میں کر دیں۔ مسلم کو جھونپڑے میں ٹاٹ پر بٹھا دیا اور ماں کو بلانے چلی گئی۔ ماں پڑوس میں تھی۔ جا کر اس نے سارا حال کہا۔ ماں جلدی جلدی آئی۔ اس نے مسلم کی بلائیں لیں۔ کچھ کہا۔ مسلم کچھ نہ سمجھا تو اسے گرم گرم دودھ پلایا۔ دودھ پی کر مسلم کو نیند آنے لگی۔ وہ اسی ٹاٹ پر لیٹ کر سو گیا۔ بہت دیر کے بعد جاگا تو جھونپڑے کے باہر لوگوں کی باتیں سنیں۔ باہر نکلا اور کہا: ''السلام علیکم''۔ لوگ کچھ نہ سمجھے۔ اسے دیکھتے رہے۔ چرواہے مسلم کی بہادری کا حال سب کو سنا رہے تھے۔ لوگ حیران ہو رہے تھے کہ پندرہ سولہ برس کا لڑکا بھیڑیے کو مار سکتا ہے! وہ مسلم کو گلے لگا لگا کر خوش ہو رہے تھے۔ لڑکی کی ماں سب سے زیادہ خوش تھی۔ اس نے مسلم کو اپنے گھر میں رکھ لیا۔

✪✪✪

نیا دانہ نیا پانی

مسلم گاؤں میں رہتا رہا۔ جب وہ جھونپڑے میں نماز پڑھتا تو لڑکی اور اس کی ماں پوچھتی: ''تم یہ کیا اٹھک بیٹھک کر رہے ہو، یہ کیا بات ہے؟'' بے چارہ کیا بتاتا۔ وہ ان کی بولی ہی نہیں سمجھتا تھا۔ وہ بھی اشارہ کر کے پوچھتا تو لڑکی اور اسکی ماں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتیں۔ خیر وہ دن اسی طرح کٹ گیا۔

دوسرے دن صبح کو رات کا کچھ کھانا بچا ہوا تھا۔ لڑکی کے ساتھ کھایا۔ پھر جب لڑکی بکریاں لے کر جنگل کو چلی تو مسلم بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ لڑکی نے ایک لاٹھی لاکر اسے دی۔ مسلم نے لے لی۔ راستے میں اس نے سوچا کہ یہاں کی بولی جاننا چاہیے۔ اس نے لڑکی سے کہا۔ کہنے سے پہلے اشارہ کیا۔ انگلی اپنے سینے پر رکھی۔ بولا: ''مسلم''، یعنی میرا نام مسلم ہے۔ پھر لڑکی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اشارہ کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ لڑکی سمجھ گئی۔ اس نے اپنے سینے پر انگلی رکھی اور بولی: ''کاکے چی''! مسلم نے اس کو دہرایا '' کاکے شی''۔ لڑکی ہنسی پھر کہا: '' کاکے چی''۔ مسلم نے اس کو دہرایا ''کاکے شی!'' لڑکی ہنسی پھر کہا: ''کاکے چی''۔ مسلم نے پھر ''کاکے شی'' کہا۔ چوں کہ عربی میں چ حرف نہیں ہوتا اس لیے مسلم ''کاکے شی'' کہتا۔ پھر جب دوپہر کو بکریاں درخت کے نیچے بیٹھ کر جگالی کرنے لگیں تو چرواہوں نے اپنا اپنا کھانا نکالا۔ کاکے چی نے بھنے چاول نکالے۔ مسلم کو بتایا: ''چاول''۔ مسلم نے کہا: ''شاول''۔ اب تو کاکے چی خوب ہنسی۔ اسے بڑا مزہ آیا۔ چرواہے بھی سنتے رہے۔ انہیں بھی مزہ آیا۔ پھر سب نے چیزوں کے نام بتائے: کیلا، چنے، چاول، ناریل۔ مسلم بھی نام لیتا۔ اس طرح تھوڑے ہی دنوں میں وہ بہت کچھ سیکھ گیا۔ اتنا کہ کام چل جاتا۔

✪✪✪

خوشو

چرواہوں میں گاؤں کے مکھیا کا لڑکا خوشو بھی تھا۔ خوشو بارہ تیرہ برس کا تھا۔ ایک دن وہ ندی پر پانی پینے گیا۔ اس نے سوچا کہ کنارے کا پانی میلا ہے۔ وہ آگے بڑھ کر صاف پانی پینے لگا۔ جھکا تو اس کا پیر پھسل گیا اور وہ ڈوبنے لگا۔ اسے ڈوبتے دیکھ کر چرواہے دوڑے، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ بڑھ کر خوشو کو پکڑتا۔ مسلم سے نہ رہا گیا، جھٹ اپنا لمبا کرتا اتارا، ہاتھ میں لیا اور ندی میں کود پڑا۔ اس نے کرتے کا ایک سرا پکڑا اور دوسرا خوشو پر پھینکا۔ کپڑا خوشو کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سرا مضبوط پکڑ لیا۔ مسلم نے کھینچا تو وہ کھنچا چلا آیا۔ اب دوسرے لڑکوں نے سنبھالا۔ ندی سے باہر لائے۔ چھوٹے بچے شور کر رہے تھے۔ کچھ لوگ شور سن کر آ گئے تھے۔ یہ خبر گاؤں میں پہنچی تو خوشو کے ماں، باپ، بھائی اور چچا سب دوڑ پڑے۔ یہاں آکر دیکھا، خوشو گھاس پر لیٹا تھا اور مسلم اس کا سینہ سہلا رہا تھا۔ خوشو کو زندہ دیکھ کر سب بہت خوش ہوئے اور جب لڑکوں نے بتایا کہ مسلم نے جان پر کھیل کر خوشو کو ڈوبنے سے بچایا تو خوشو کے ماں باپ، بھائیوں اور بہنوں نے مسلم کو گلے سے لگا لیا۔ پھر سب گاؤں کے طرف چلے۔ گاؤں پہنچ کر چرواہے اپنے اپنے گھر گئے۔ مسلم کو مکھیا اپنے گھر لے گئے۔ وہیں کاکے چی اور اس کی ماں کو بھی بلا لیا۔ سب کی بڑی خاطر کی۔ کاکے چی کی ماں نے بھیڑیے والا قصہ سنایا۔ اب تو خوشو کی ماں مسلم کی بلائیں لینے لگی۔ ”دیکھو تو مسلم بھیّا ابھی ہیں بچے ہی مگر بڑے بہادر ہیں“۔ دن بھر مسلم، کاکے چی اور کاکے چی کی ماں مکھیا کے گھر رہے۔ مکھیا نے میٹھے چاول پکوا کر سب کو کھلائے۔ شام کو مکھیا نے رخصت کیا۔ بہت سے کیلے، چاول، دو تین جوڑے کپڑے اور پچاس روپے کاکے چی کی

ماں کو دیے۔ یہ سامان لے کر تینوں گھر آئے تو کاکے چی کی ماں دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ گھر بیٹھے کیسا بھاگوان پُتر اسے مل گیا!

خوشو پر مسلم کے برتاؤ کا بڑا اچھا اثر پڑا۔ اب وہ ہر وقت مسلم کے ساتھ رہنے لگا۔ جس کام کو کرنے مسلم بڑھتا، خوشو ہاتھ بٹاتا۔ مسلم کو وہ مسلم بھیّا کہتا۔

نئے دیس میں مسلم کو دو دلی دوست مل گئے۔ ایک کاکے چی، دوسرا خوشو۔ ان دونوں کی مدد سے مسلم نے وہاں کی بولی تین چار مہینے میں اچھی طرح سیکھ لی۔ اب وہ بہت خوش تھا۔ گاؤں میں اس کا جی لگ گیا تھا۔ گاؤں والے بھی اس سے بہت خوش تھے۔ وہاں مسلم دوسروں کے کام بھی کر دیا کرتا تھا۔ بوڑھی عورتوں کا سودا سلف لا دیا کرتا۔ دوسروں کی خدمت کر کے وہ گاؤں بھر کا پیارا ہو گیا۔ یعنی ہر دل عزیز۔

✪✪✪

سچ کا اثر

جنگل کے پاس، جہاں چرواہے بکریاں چگانے جاتے تھے، کیلے کا ایک باغ تھا۔ باغ میں کیلے کے بہت سے درخت تھے۔ کچھ نئی پود بھی لگائی گئی تھی۔ ایک دن مسلم کی بکریاں چرتے چگتے باغ میں چلی گئیں۔ مسلم دوڑا، باغ سے بکریاں نکال تو لایا لیکن بکریوں کے کھروں سے کیلے کی نئی پود روند گئی تھی۔ یہ دیکھ کر مسلم کو بڑا افسوس ہوا کہ باغ کے مالک کی محنت اکارت گئی۔ اس نے کاکے چی اور خوشو سے پوچھا: "یہ باغ کس کا ہے؟" دونوں نے کہا: "چپ بھی رہو، اوپچی بڑا ظالم آدمی ہے۔ جانے گا تو بہت پیٹے گا"۔ مسلم نے پوچھا: "کیا باغ اسی کا ہے؟ وہ کہاں رہتا ہے؟"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے اوپچی آتا دکھائی دیا۔ لڑکے ڈر گئے اور بھاگنے لگے۔ اپنی اپنی بکریاں گاؤں کی طرف ہنکانے لگے۔ کاکے چی اور خوشو نے بتایا: "وہ ہے اوپچی! مسلم بھیّا، دیکھو، اوپچی آکر پوچھے تو کہہ دینا، ہمیں کیا معلوم کس نے پود روندی"۔ مسلم نے کہا: "جھوٹ بولنا بری بات ہے، میں جھوٹ نہ بولوں گا"۔

اوپچی پاس آیا۔ وہ بہت غصے میں تھا۔ اس نے پوچھا: "میرا باغ اور پودا کس نے تہس نہس کر ڈالا"۔ یہ سن کر کاکے چی اور چھوٹے بچے جو بھاگ نہ سکے تھے، کانپنے لگے۔ مسلم نے دیکھا کہ کوئی بے گناہ نہ پٹ جائے۔ ڈر تو وہ بھی گیا تھا لیکن اسی وقت اسے پیارے رسولؐ کی حدیث یاد آگئی: "سچ بولو، چاہے اپنا ہی نقصان ہو"۔ حدیث یاد آتے ہی اس کے دل سے ڈر جاتا رہا۔ وہ آگے بڑھا۔ بھائی اوپچی!..... ابھی مسلم نے اتنا ہی کہا تھا کہ کاکے چی اور خوشو دوڑ کر آئے اور کہنے لگے: "نہیں نہیں......."۔ لیکن مسلم نے بات بتا دی۔ "یہ نقصان میری غفلت سے ہوا ہے۔ آپ کسی بچے کو نہ

ماریں۔ مجھے جو چاہیں سزا دے لیں۔"

اوپچی کی زندگی میں ایسا موقع کا ہے کو آیا تھا۔ اس نے بڑے بڑوں کو جھوٹ بولتے دیکھا تھا۔ ایک لڑکے کو سچ بولتے دیکھا تو کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ مسلم سر جھکائے کھڑا تھا۔ کاکے چی اور خوشو اوپچی کی خوشامد کر رہے تھے: "ہماری بکریاں لے لو۔ مسلم بھیّا کو کچھ نہ کہنا"۔ اوپچی کے دل پر مسلم کی سچائی کا اثر ہو چکا تھا، ان دو بچوں کو روتا ہوا اور خوشامد کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے اپنی لاٹھی کندھے پر رکھی اور اپنے باغ میں چلا گیا۔ کاکے چی اور خوشو سہمے ہوئے تھے۔ اب ان کی جان میں جان آئی۔ دونوں نے بکریاں ہانکیں اور گھر چل دیے۔ مکھیا نے حال پوچھا: "آج اتنی جلدی کیوں آگئے"؟ تو خوشو نے سارا حال کہہ سنایا! مکھیا کی چوپال میں کچھ اور لوگ بھی تھے۔ سب نے کہا: "سانچ کو آنچ نہیں"۔ سب نے مسلم کو شاباشی دی۔ اب کاکے چی اور خوشو نے اپنے دل میں کہا: "ہم بھی سدا سچ بولیں گے"۔

✪✪✪

ڈاکا

ایک دن دوپہر کے وقت تمام چرواہے پیڑ کے نیچے کھاپی رہے تھے۔اچانک تڑ پڑ کی آواز سنی۔ چونک پڑے۔ ادھر دیکھا۔ اوپچی اکیلا دس بارہ ڈاکوؤں کے بیچ لاٹھی چلارہا تھا۔مسلم کی زبان سے نکلا: "ارے اوپچی گھرے ہوئے ہیں!"۔ وہ لاٹھی لے کر دوڑا۔ ڈاکو اوپچی پر لاٹھی کے وار کررہے تھے اور وہ اکیلا سب کا مقابلہ کررہا تھا۔ایک بیل گاڑی پر بہت سے کیلے اور ناریل لدے ہوئے تھے۔ مسلم سمجھ گیا کہ ڈاکا پڑا ہے۔ اس نے بڑھ کر ایک ڈاکو کے گھٹنے پر لاٹھی کا وار کیا۔ وہ ہائے کہہ کر بیٹھ گیا۔ڈاکوؤں نے مڑ کر دیکھا۔ ان کی نگاہ ہٹی تو اوپچی نے موقع پاکر ایک ڈاکو کے سر پر لاٹھی جمائی۔وہ چکرا کر گرا۔ مسلم نے پیچھے ہٹ کر ایک اور کو تاکا۔اسے بھی مار گرایا۔اوپچی کو اتنا سہارا ملا تو اب پینترا بدل بدل کر خوب لڑا۔ ادھر چرواہے شور مچارہے تھے کہ دوڑو ڈاکا پڑا۔ ڈاکو مسلم کے وار سے گھبرا گئے تھے۔ بچوں کا شور سنا تو اپنے تین ساتھیوں کو زخمی چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ڈاکو بھاگ گئے تو اوپچی نے مسلم کو گلے سے لگایا۔ ""مسلم بھیّا ! تم ٹھیک وقت پر آئے۔ میں اکیلا تھا۔ تمہارے آنے سے میرا مال بچ گیا اور ایک بیل گاڑی مفت میں ملی۔ میری جان بھی بچی"۔

اس کے بعد اوپچی نے چاہا کہ زخمی ڈاکوؤں کو مار ڈالے لیکن مسلم نے روکا۔ ""مجبور پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ آؤ، مدار کا دودھ لگا کر کیوں نہ ان کی چوٹوں کا علاج کریں"۔ مسلم دوڑ کر مدار کا دودھ لایا۔ڈاکوؤں کی چوٹوں پر لگایا۔ درد کم ہوا، انہوں نے اوپچی کے آگے ہاتھ جوڑے۔ ""اوپچی بھائی! تم نے آج ہم پر بڑا احسان کیا۔ اوپر والا آپ کو اس کا بدلہ دے"۔ یہ دعا دے کر وہ اپنے گھر چلے گئے۔ اوپچی بیل گاڑی لے کر

لڑکوں کے پاس آیا۔ ان کو کیلے او رناریل بانٹے۔ آج لڑکوں کو جنگل میں دیر ہو گئی تھی۔ وہ دیر سے گھر پہنچے تو سب نے حال پوچھا۔ چرواہوں نے اپنے اپنے گھر والوں کو کیلے اور ناریل دیے۔ ڈاکہ پڑنے اور مسلم کی مدد کا حال بتایا۔ حال سن کر گاؤں والے بہت خوش ہوئے۔ سب نے مسلم کی بہادری کی بڑی تعریف کی۔

✪✪✪

مسلم کی نماز

ایک بار ایسا ہوا۔ رات مکھیا کی چوپال میں لوگ بیٹھے تھے۔ مسلم بھی تھا۔ کا کے چی بھی تھی۔ خو شو بھی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسلم ایک کنارے گیا۔ کپڑا بچھایا کر عشاء کی نماز پڑھنے لگا۔ اسی وقت او پچی بھی آ گیا۔ وہ مسلم کو نماز پڑھتے دیکھتا رہا۔ مسلم نماز پڑھ چکا تو او پچی نے پوچھا: ''مسلم بھیّا! تم یہ کیا اٹھک بیٹھک کر رہے تھے؟'' او پچی کے پوچھنے پر سبھی لوگ پوچھنے لگے: ''ہاں بھیّا ! بتاؤ، ہم نے بہت سوچا لیکن کچھ سمجھے نہیں۔ تم سے پوچھنے کی ہمت اس لیے نہ پڑی کہ نہ جانے تم کیا سمجھتے؟ چپ رہے تھے۔ ہم کو تمہارا یہ طریقہ پسند تو ہے، پر سمجھ میں نہیں آیا۔'' مسلم نے بتایا کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔ لوگ پوچھنے لگے: ''نماز کیا ہے؟'' یہ سوال سن کر مسلم ایک منٹ رکا۔ کچھ سوچا، ادھر ادھر دیکھا۔ خو شو کے گلے میں غلیل لٹک رہی تھی۔ مسلم نے غلیل لی۔ کہنے لگا: ''دیکھیے، یہ غلیل اور غُلّے آپ ہی آپ تو نہیں بن گئے۔ کسی نے اس کو بنایا ہے۔ تب بنے۔'' مسلم کی بات پر اچانک خو شو بول پڑا: ''مسلم بھیّا ! یہ غلیل تم نے بنا کر دی۔ غُلّے میں نے اور کا کے چی نے بنائے۔'' مسلم مسکرایا اور پھر کہنے لگا: ''اسی طرح اس چوپال کی چیزیں ہیں، ہمارے گھر ہیں، گھروں کا سامان ہے۔ یہ ہل، یہ ماچی، یہ پلنگ، یہ پٹارے اور جو کچھ ہے، وہ کسی نہ کسی کا بنایا ہوا ہے۔ .... نا !'' او پچی نے کہا: ''بے شک ہے؟'' مکھیا نے کہا: ''ہاں، ضرور ضرور ہے''۔ سارے لوگوں نے کہا: ''ہاں بھائی، بنانے والے کے بنا کوئی چیز نہیں بن سکتی''۔ اب مسلم کہنے لگا: ''بس، وہ اللہ ہے۔ اللہ ہر چیز کا بنانے والا ہے۔ اس نے آسمان بنایا، اسی نے زمین بنائی۔ آسمانوں

اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا بنایا ہوا ہے۔ اسی نے ہم اور آپ کو بنایا۔ سب سے بڑی بات ہمارے لیے ہے کہ ہمیں انسان بنایا۔ ہماری ضرورت کا سارا سامان بنایا۔ ہم اس کی دی ہوئی ہر چیزیں کام میں لاتے ہیں۔ کتنا بڑا احسان ہے اللہ کا۔ تو اے میرے بزرگو! میں یہ نماز اسی کے لیے پڑھتا ہوں۔ نماز میں اللہ کے احسانوں کا اقرار کرتا ہوں۔ دن رات میں پانچ بار اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوں۔ اس کے گن گاتا ہوں۔ اسی کے آگے جھکتا ہوں۔ اسی کے آگے اپنا ماتھا زمین پر رکھتا ہوں"۔ میں کہتا ہوں: "اے میرے مالک! تیرا بڑا احسان ہے۔ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ ہم تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔ میں نماز میں آپ لوگوں کے لیے بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو سکھی رکھے۔ آپ کے مصیبتوں کو دور کرے"۔ لوگوں پر اس تقریر کا بڑا اچھا اثر ہوا۔ سب نے کہا: "مسلم بھیّا! تم دل لگتی بات کہتے ہو لیکن اوپچی نے ہم کو بتایا ہے کہ مصیبتوں کو دور کرنے والا اور مرادیں پوری کرنے والا 'پہاڑی دیوتا' ہے۔ بہت سے سادھو آتے ہیں۔ وہ بھی یہی بتاتے ہیں اور پہاڑی دیوتا کی جے پکارتے ہیں۔"

لوگوں سے یہ سنا تو مسلم نے اوپچی سے پوچھا: "یہ پہاڑی دیوتا کون؟" اوپچی نے اس کا جواب نہیں دیا۔ وہ اٹھا اور اپنے گھر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد مکھیا نے بتایا کہ یہاں سے بارہ کوس دور ایک پہاڑ ہے۔ وہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔ اسی پہاڑ پر پتھر کی ایک مورت ہے۔ وہی سب کا دیوتا ہے۔ ہم ہر سال میلے جاتے ہیں۔ دیوتا کے درشن کرتے ہیں۔ اسی سے مرادیں مانگتے ہیں۔

مکھیا نے یہ باتیں بتائیں تو مسلم کو بڑا دکھ ہوا۔ اس نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ مگر دوسرے دن سے کاکے چی، خوشو اور تمام چرواہے کو اسلامی باتیں سمجھانے لگا۔

دوپہر کو جب چرواہے درخت کے نیچے آبیٹھتے تو مسلم اپنا وعظ شروع کر دیتا۔

لڑکوں نے ایک دن پوچھا: ''مسلم بھیّا ! یہ سب اچھی باتیں تم کو کس نے بتائی ہیں۔ یہاں تو کوئی ایسی باتیں نہیں جانتا تھا۔'' مسلم نے جواب دیا: ''میرے دیس عرب میں بھی کوئی یہ باتیں نہیں جانتا تھا۔ لوگ برے کام کرتے۔ شراب پیتے، جوا کھیلتے، مورتیوں کو پوجا کرتے، آپس میں لڑا کرتے، کہیں کسی کو کسی طرح کا چین نہیں تھا۔ پھر اللہ نے ان پر رحم فرمایا۔ وہاں حضرت محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ حضرت محمد ﷺ بڑے اچھے اور سچے تھے۔ ان کے پاس اللہ کا فرشتہ آیا کرتا تھا۔ فرشتہ اللہ کا حکم لاتا۔ محمد ﷺ اللہ کا حکم لوگوں کو سناتے۔ کہتے کہ تمہارے یہ بت پتھر کے ہیں۔ یہ بت گونگے ہیں، بہرے ہیں، یہ بول نہیں سکتے۔ ان کو تم نے خود بنایا ہے۔ یہ تمہارے محتاج ہیں۔ تم جہاں چاہو ان کو اٹھا کر رکھو۔ یہ اپنی جگہ سے خود ہل نہیں سکتے۔ اپنے اوپر بیٹھی ہوئی مکھی بھی اڑا نہیں سکتے''۔

''مسلم بھیّا ! یہ پہاڑی دیوتا بھی ایسا ہی ہے''۔ تمام لڑکے بول اٹھے۔ مسلم خوش ہوا کہ لڑکے اس کی بات سمجھتے ہیں۔ پھر کہنے لگا: ''ہمارے دیس والوں نے محمد ﷺ کی بات مان لی۔ اللہ نے پیارے نبیؐ پر قرآن اتارا۔ قرآن میں یہ سب اچھی باتیں لکھی ہیں''۔

''مسلم بھیّا ! کہاں ہے قرآن؟'' مسلم نے بتایا: ''قرآن مجھے یاد ہے۔ میں کل سے تم سب کو قرآن کی باتیں بتاؤں گا''۔ پھر دوسرے دن سے مسلم سب کو قرآن کی باتیں بتانے لگا۔ قرآن پڑھ پڑھ کر سمجھانے لگا۔ اوپچی بھی آجاتا تھا۔ وہ بھی قرآن سنتا، مطلب سمجھتا۔ وہ بھرپور جوان آدمی تھا۔ وہ تو بہت اچھی طرح وہ سب باتیں سمجھ

رہاتھا، جو مسلم قرآن پڑھ پڑھ کر سمجھا رہا تھا۔ ''سچ کہتے ہو مسلم بھیّا، یہ پتھر کی مورتیاں ایسی ہی ہیں۔ یہ سب پنڈتوں کا پاکھنڈ ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے مورتیاں بنا کر لوگوں کو بتایا کہ یہ تمہارا دیوتا ہے۔ ان کو خوش کرو تو خوش رہو گے''۔

✪✪✪

دیوتا کی بھینٹ

ایک دن مسلم کاکے چی اور رخو شو کے ساتھ بکریاں ہنکاتا گاؤں سے نکلا۔ اچانک دوسری طرف سے کچھ سپاہی آئے۔ وہ ڈھول پیٹ پیٹ کر اعلان کر رہے تھے کہ اس سال راجہ کی پتری آشادیوی دیوتا کی بھینٹ کے لیے چنی گئی ہے۔ مسلم نے کاکے چی سے پوچھا: "یہ ڈھنڈورا کیسا پیٹا جارہا ہے اور یہ اعلان کیسا ہے؟ بھینٹ کا مطلب کیا ہے؟" کاکے چی کچھ نہ بتا سکی۔ جب بکریاں چر چگ کر واپس آئیں تو مسلم مکھیا کی چوپال گیا۔ وہاں اسی اعلان کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ مکھیا نے بتایا کہ یہاں ہر سال ایک کنواری کنیّا دیوتا کو دان دی جاتی ہے۔ اس سال راجہ کی سُپتری کماری آشا دان دی جائے گی۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو دیوتا ناراض ہو جائے گا۔ پھر پانی نہیں برسے گا۔ کچھ پیدا نہ ہوگا۔ لوگ بھوکوں مر جائیں گے۔ تو مسلم بھیّا اس سال کماری آشادیوی کا نام نکلا ہے۔ راجہ اور رانی دنوں پریشان ہیں۔

مسلم نے یہ سب سنا تو کہنے لگا: "یہ تو بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ یہ تو ہتیّا ہے۔ اس طرح ہر سال ایک بے گناہ لڑکی کی جان جائے گی۔ اس سے تو اس دیس میں بڑی بے چینی پھیل جائے گی"۔

"مسلم بھیّا! پھیلے جانے کی بات الگ ہے۔ بھیّا، بے چینی پھیل رہی ہے!" مکھیا نے بتایا۔

"یہ بھینٹ کس طرح چڑھائی جاتی ہے؟" "اس طرح کہ (مکھیا بتانے لگے) جس لڑکی کا نام پجاری نکالتے ہیں اس کنیا کو دلہن بنا کر زیوروں سے لاد دیا جاتا ہے۔ لڑکی کو ڈولے میں بیٹھا کر دریا کے کنارے رکھ دیتے ہیں۔ دیوتا خود آکر لے

جاتے ہیں۔ او پچی یہ سب باتیں اچھی طرح جانتا ہے۔‘‘

مکھیاجی ! مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی چالاک اور سیانے کا پاکھنڈ ہے جو سب کو احمق بنا رہا ہے۔ مجھے راجہ کے پاس لے چلو۔ میں راجہ سے ایک سوال کروں گا، پھر اس بری رسم کو مٹا کر دم لوں گا۔

’’نہ نہ مسلم بھیّا ! ایسی باتیں نہ کرو، نہیں تو دیوتا تم کو جلا کر خاک کر دے گا۔ اور ہاں !تم راجہ سے کیا سوال کرو گے ؟‘‘

میں راجہ سے سوال کروں گا کہ ہر بار کنیا کا نام کیوں نکلتا ہے، کبھی کسی لڑکے کا نام بھینٹ دینے کے لیے کیوں نہیں نکلتا؟

مسلم نے یہ کہا تو گاؤں کے سبھی لوگ سوچ میں پڑ گئے۔ کہنے لگے: ’’یہ تو آج تک کسی نے سوچا بھی نہیں تھا۔‘‘ پھر بھی سب کی رائے یہی تھی کہ مسلم بھیّا کو نہ جانے دیا جائے۔ مسلم کی یہ ضد تھی یا تو دیوتا مجھے خاک میں ملا دے گا یا پھر میں اس کو مٹی میں ملا دوں گا۔

بات نہ بن سکی تو مسلم سوچنے لگا اب کیا کرے۔ ادھر کچھ لوگوں نے مسلم کی بات راجہ تک پہنچائی۔ اس نے مکھیا کو حکم دیا مسلم کو لے کر حاضر ہو۔ میں اس کی باتیں سننا چاہتا ہوں اور اسے دیکھنا اور جانچنا چاہتا ہوں۔

مکھیا نے چوپال میں بڑے بوڑھوں کے سامنے راجہ کا حکم سنایا۔ طے پایا کہ مسلم بھیّا کے ساتھ مکھیا اور تین بڑے بوڑھے راجہ کے پاس جائیں۔ راجہ کو بتائیں کہ مسلم کس طرح گاؤں میں آیا۔ اور اس نے بڑی بہادری سے بھیڑیے کو مار گرایا اور راوپچی کے باغ میں ڈاکہ پڑا تو اکیلے مسلم نے پہنچ کر اسکی مدد کی۔ ان دونوں نے جم کر ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا۔ تین ڈاکو زخمی ہوئے۔ باقی بھاگ گئے۔ مسلم بڑا بہادر ہے۔ بہادری کے

ساتھ ساتھ وہ بڑی اونچی باتیں کرتا ہے اور اپنے دین دھرم 'اسلام' کا نام لیتا ہے۔

یہ بات گاؤں میں مشہور ہوئی۔ اوپچی کو بھی معلوم ہوا کہ مسلم راجہ کے پاس جانے کے لیے ضد کر رہا ہے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ نہ جانے کیا سوچنے لگا۔ اس کی زبان سے اچانک نکل گیا: "دیکھا جائے گا جو ہوگا۔" لوگوں نے پوچھا: "کیا دیکھا جائے گا؟" اوپچی نے کچھ نہ بتایا اور چپکے اپنے گاؤں چلا گیا، لیکن مسلم کی ٹوہ میں رہا۔

مکھیا اور مسلم کے ساتھ جانے کو تین سمجھدار آدمی چنے گئے۔ کاکے چی اور خوشو ضد کرنے لگے کہ ہم بھی چلیں گے، لیکن بڑے بوڑھوں نے کہا کہ وہاں بچوں کا کیا کام ہے۔ ہم سب کل آجائیں گے۔ بچے مان گئے اور پانچ آدمی راجہ کے یہاں سے آئے ہوئے رتھ پر بیٹھے اور راجدھانی کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہ سب لوگ صبح چلے تھے۔ دوپہر سے پہلے راجدھانی پہنچ گئے تھے۔ سپاہیوں نے بڑھ کر راجہ کو خبر کی تو راجہ نے حکم دیا کہ سب کو بارہ دری میں بیٹھایا جائے اور ان کی خاطر کی جائے۔

کھانا کھلا کر سب کو بارہ دری پہنچایا گیا۔ وہاں راجہ، رانی اور کماری آشا کو موجود پایا۔ یہ سب بہت اداس تھے۔ راجہ گاؤں والوں سے بڑے پریم کے ساتھ ملا۔ پھر مسلم کا ہاتھ پکڑ راجہ اسے اپنے خاص کمرے میں لے گیا۔ رانی اپنی بیٹی آشا کو لے کر وہاں پہنچ گئی۔ راجہ نے کہا "اے کم سن بچے! میں نے تمہاری بڑی تعریف سنی ہے۔ تم بہادر بھی ہو اور سمجھدار بھی یہ سب مجھے مکھیا بتا چکے ہیں، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم بچے ہی ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم یہاں کی یہ رسم کیسے مٹاؤ گے، جبکہ میں سوچتے سوچتے مایوس ہو گیا۔" مسلم نے کہا: "میں نے ابھی یہ نہیں سوچا ہے کہ پہاڑی دیوتا سے کس طرح نپٹوں گا۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ ہر سال کنیا ہی کا نام کیوں نکلتا ہے۔ کسی

نوجوان لڑکے کا نام کیوں نہیں نکلتا؟"

مسلم نے یہ سوال کیا تو راجہ اور رانی دونوں سوچ میں پڑ گئے۔ انہوں نے کہا: یہ بات ہم نے کبھی سوچی ہی نہیں"۔

"اچھا تو میں بتاتا ہوں۔ میں نے اپنے دیس میں ایسے بہت سے قصے سنے ہیں۔ جھوٹے پروپیگنڈا کرنے والے ایک ہی طرح سوچتے ہیں۔ آپ میرے بچپن پر نہ جائیں۔ اب میں وہ بات بتاتا ہوں جو اپنے والد سے سنی ہے۔ وہ تاجر تھے اور ملکوں ملکوں گھوم چکے تھے انہوں نے مجھے جو راز کی بات بتائی ہے وہ آپ کے سوچنے کے لیے عرض کرتا ہوں۔ معاف کیجئے گا، بات آپ کے عقیدے کے خلاف ہے۔ مجھے یقین ہے کچھ مکار لوگوں نے یہ ڈھونگ رچا ہے۔ وہ سب دھن دولت کے ساتھ لڑکیوں کے بھی رسیا ہیں۔ دیکھئے دیکھئے، آپ ایسا کریں کہ یہ جو میری بہن کماری آشا دیوی بیٹھی ہے اس کے لیے جو کپڑے اور زیور ہوں سب مجھے پہنا دیں اور چڑھاوا ساتھ کر دیں۔ میں اس دھوکے کو کھول کر رہوں گا"۔

"تم کو اپنی جان کا ڈر نہیں؟" یہ پوچھے جانے پر مسلم نے کہا: "میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔" میری جان اللہ کی امانت ہے۔ وہ چاہے تو میری جان واپس لے لے اور چاہے تو مجھے کامیاب بنائے۔ ہاں مجھے ایک اچھی سی تلوار ضرور دے دیجئے گا۔"

"تم اکیلے ہو۔ دیوتا کے پجاری اور پروہت کئی ہیں۔ تم سب کا مقابلہ کیسے کرو گے؟"

مسلم نے کہا: "میرا خیال ہے پاکھنڈی زیادہ نہیں۔ تین چار ہوں گے۔ میں ان سے نپٹ لوں گا"۔

رانی بڑے غور سے یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس نے پوچھا "اے نوجوان! تم آشا کے بھائی ہو نہ رشتہ دار، تم یہ ہمت کیوں کر رہے ہو؟" مسلم نے بتایا کہ میں جس مذہب کا ماننے والا ہوں۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ ہر مسلمان دنیا سے برائیاں مٹانے کی کوشش کرے اور بھلائیاں پھیلائے۔ بس میں یہ فرض ادا کر کے اپنے خدا کو خوش کرنے کی کوشش کروں گا۔

راجہ اور رانی دونوں دنگ رہ گئے۔ کماری آشا پیار بھرے آنسو بہاتے ہوئے مسلم کو دیکھ رہی تھی۔ اچانک وہ اٹھی اور مسلم کے قدموں پر گر پڑی۔ مسلم نے اسے تسلی دی: "پیاری بہن! آنسو پونچھ ڈالو اور ایشور سے دعا کرو کہ میں کامیاب لوٹوں۔" اس نصیحت کے بعد مسلم ضد کرنے لگا کہ اسے ضرور کماری آشا کی جگہ دلہن بنا کر بٹھایا جائے۔

راجہ کسی طرح تیار نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بڑا اچھا راجہ تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایک پردیسی خواہ مخواہ مارا جائے۔ پھر جب کسی طرح مسلم باز نہ آیا تو رانی نے کہا: "مہاراجہ! اس نوجوان کی بات مان لو۔ مجھے پورا پورا وشواس ہے کہ یہ کامیاب ہوگا۔" رانی کے کہنے سے راجہ مان گیا۔ "اچھا اب کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو"۔

اس کے بعد مسلم کی زبان سے اس کا پورا حال سنا۔ پھر مسلم کو روک لیا۔ محل کے باہر آکر مکھیا اور اس کے ساتھیوں سے ملا۔ کہا کہ ہم نے مسلم کو اپنا مہمان بنا لیا ہے۔ تم لوگ جاؤ اور سب کو خوشخبری سناؤ۔ ہم مسلم کو بہت بڑا عہدہ دیں گے اور گاؤں والوں کو انعام۔ یہ کہہ کر کاکے چی اور رخوشو کے لیے کپڑے اور تحفے دیے۔ گاؤں والوں کا دو سال کا بقایا مال گزاری معاف کر دیا اور بڑھیا بیلوں کی جوڑی کسانوں کے لیے بھیجوائیں۔

مکھیا اور اس کے ساتھی بہت خوش ہوئے۔ بیلوں کی جوڑیاں ساتھ کر دی گئیں۔ گاؤں والوں کے لیے تحفے اور مٹھائیاں بھی ایک ٹھیلے پر لادی گئیں۔ گاؤں میں یہ سب پہنچا تو لوگ راجہ کو دعائیں دینے لگے۔ مکھیا کو حیرت ہوئی کہ اوپچی ان دنوں کہیں دکھائی نہیں دیا۔

آخر وہ دن آ گیا جب آشا دیوی کو بھینٹ چڑھانا تھا۔ راجہ نے پھر مسلم کو سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانا تو راجہ نے کہا: ''اگر تم زندہ واپس آئے تو میں تمہارا دین قبول کر لوں گا۔'' مسلم کو جب رانی نے دلہن بنایا اور زیور پہنائے تو اس نے مسلم کی بلائیں لیں۔ آشا نے آکر پرنام کیا اور ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ مسلم نے پھر اس کو تسلی دی:۔ ''گھبراؤ نہیں بہن! میں زندہ و سلامت واپس آؤں گا۔ تم دعا کرتی رہو۔''

شکروار کو ایک بڑا افسر لباس اور زیور لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ ڈولہ سجا ہوا تیار ہے ڈولے۔ میں آشا کے بدلے مسلم سوار کر دیا گیا۔ سوار ہوتے وقت رسومات ادا کرنے کے بعد راجہ نے اپنی بہترین تلوار مسلم کو دی۔ تلوار کو مسلم نے لباس میں چھپا لیا۔ ڈولہ سپاہیوں کی حفاظت میں چل دیا۔ آس پاس پنڈت اور پروہت بھجن گاتے، گھنٹیاں بجاتے چلے۔ راستے میں عورتیں آتیں، آرتی اتارتیں اور چڑھاوا چڑھا کر مرادیں مانگتیں: ''دیوی جی! دیوتا سے کہنا ہماری مراد پوری کرے''۔ مرد بھی آتے۔ وہ ڈولے کو چومتے اور اپنی منت اور نذرانہ پیش کرتے۔

ایک جگہ ایک سادھو پھلوں کا رس لے کر آیا۔ گلاس دیوی جی کو پیش کرتے ہوئے بولا: ''دیوی جی! یہ شربت پی لیجیے۔'' مسلم آواز پہچان کر چونکا۔ ذرا سا گھونگھٹ اٹھا کر دیکھا تو سادھو بولا: ''دیوی جی! میں آپ کا اپاسک ہوں۔ پھر دھیمی آواز میں بولا: ''مسلم بھیّا! جان پر کھیل کر تمہاری جان بچاؤں گا۔ زبردست مقابلہ

ہونے والا ہے۔ گھبرانا نہیں"۔ مسلم نے پہچانا، وہ اوچی تھا۔ اوچی یہ کہہ کر چلا گیا۔

سرکاری افسروں اور دو سو سپاہیوں کی نگرانی میں ڈولہ جا رہا تھا۔ آگے رتھ پر بیٹھے مہنت اور پروہت پر بھجن گا رہے تھے، کچھ مالا جپ رہے تھے۔ دیوی جی پر جو چڑھاوے چڑھائے جاتے، پنڈت اپنے قبضے میں کرتے۔ اس طرح بڑی دھوم دھام سے ڈولہ جا رہا تھا۔ سورج ڈوبنے سے پہلے ڈولہ میلے میں پہنچ گیا۔ ہزاروں آدمی میلے میں تھے۔ سب پھول، ہار اور مٹھائی لے کر دوڑ پڑے۔ ہار اور پھول ڈولے پر نچھاور کیے۔ مٹھائی اور نذرانہ پنڈتوں کو ملا۔ سورج ڈوبتے ہی زور زور سے منتروں کی دھنوں میں تیزی آگئی۔ گولے داغے جانے لگے۔ اب دیوی جی کو دیوتا کے قدموں میں بیٹھا دیا گیا۔ ایک مہنت آیا۔ ہاتھ جوڑ کر کچھ پڑھا۔ پھر دیوی جی کو سہارا دے کر اٹھایا۔ مسلم نے گھونگھٹ سے دیکھا۔ وہ اوچی تھا۔ اوچی نے زور سے مسلم کا بازو دبایا، "دیوی جی سنبھلیے۔" اوچی نے اسے لے جا کر دیوتا کے چرنوں میں بیٹھا دیا۔ "دیوی جی پاٹھ شروع کیجیے۔" پھر دیوتا کا انگوٹھا دبا دیا۔ انگوٹھا دبتے ہی مسلم کے نیچے کا تختہ ایک طرف سرک گیا اور نیچے جا گرا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ اندھیرے میں کوئی نظر نہ آیا۔ پھر جب ذرا نگاہ پر ٹھہری تو ایک طرف روشنی دکھائی دی۔ ادھر چلا تو ایک سادھو جھپٹ کر آیا۔ مسلم نے پہچانا، وہ اوچی تھا۔ اوچی اس کا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے باہر لایا۔ مسلم سے کہا: اب کپڑے اور زیور اتار کر ایک طرف رکھ دو۔ تلوار سنبھال لو اور لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ سب دس ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ گھبرانا نہیں۔ اور سنو، میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ جان کی بازی لگا دوں گا۔ اگر مارا جاؤں اور تم بچ جاؤ تو دفنا دینا۔ مجھے یقین ہے کہ ہم ہی کامیاب ہوں گے۔"

مسلم نے جلدی جلدی کپڑے اور زیور اتار کر الگ رکھ دیے اور تلوار سونت

کراوپچی کے پاس جا کھڑا ہوا۔اوپچی لاٹھی سنبھالے کھڑا تھا۔ مسلم نے پوچھا: "ماجرا کیا ہے، یہ کیسا تماشہ ہے۔" اوپچی نے جواب دینے کے بدلے کہا: "ہوشیار! وہ آ گئے۔" مسلم نے سامنے دیکھا۔ دس مٹھلّے سادھو سونٹا لیے اور کوئی منتر پڑھتے آرہے تھے۔ سادھوؤں نے اوپچی کو مسلم کے برابر کھڑا دیکھا تو کہا: "تم یہاں! ہم تمہارا راستہ دیکھ رہے تھے، اور یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟" اوپچی نے سب سے کہا: "یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔"

"اور آشادیوی کہاں ہے؟"

اب اوپچی نے بتایا کہ آشادیوی کو راجہ نے روک لیا اور اسکی جگہ اسے بھیجا ہے۔ تم لوگ یہ کپڑے اور زیور لے لو اور مجھے موقع دو کہ میں اپنے بھائی کو لے کر چلا جاؤں"۔

یہ سن کر سادھو غصے میں آپے سے باہر ہوگئے۔ چیخ کر بولے: "اوپچی تم نے ہمارے ساتھ دغا کی۔ تم چاہتے ہو کہ اس لونڈے کو لے کر چلے جاؤ اور پھر راجہ کی فوج لے کر آؤ اور ہمیں پھنسادو، ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اب ہم اس لونڈے کے ساتھ تم کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔" یہ کہہ کر سادھوؤں نے بڑھ کر دونوں پر سونٹوں کا وار کیا۔ مسلم اور اوپچی اچھل کر دور جا کھڑے ہوئے، پھر سنبھل کر وار کیا تو ایک سادھو مسلم کی تلوار سے مارا گیا۔ اوپچی نے لاٹھی کا وار کر کے دو کو گرایا۔ ماردھاڑ شروع ہوگئی۔ مسلم نے دو سادھو اور مارے اور اوپچی نے بھی کمی نہیں کی۔ اس ماردھاڑ میں اوپچی اور مسلم دونوں زخمی ہوئے، لیکن جمے رہے۔ سادھو پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلم اور اوپچی جھپٹے۔ دو کو اور دیا۔ اور دو کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ لیا۔

اب اوپچی نے کہا: "آؤ مسلم بھیّا! دکھاؤں یہ کیا ڈھکوسلہ ہے۔ شاباش ہے تم

کو! تم خوب لڑے، تم نے کیسے سمجھ لیا کہ یہ پاکھنڈ ہے!

مسلم نے بتایا کہ میرے بزرگوں نے ایسے پاکھنڈوں کے قصے مجھے سنائے، تو میں یہی سمجھا۔ مگر واہ اوپچی! اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی جوت جگائی۔ تم مسلمان ہوگئے اور یہ ڈھونگ ختم کرنے میں ساتھی بنے۔ اللہ تمہاری یہ نیکی قبول کرے۔

اوپچی باتیں کرتا ہوا پہاڑ کی کھوہوں میں مسلم کو لے گیا۔ کھوہوں میں کپڑے زیور اور روپیوں کے ڈھیر لگے تھے۔ ایک اور غار میں سے ایک لڑکی کو نکال کر لایا۔ وہ ڈری اور سہمی ہوئی تھی۔ اسے اوپچی نے تسلی دی: ”ڈرو نہیں بہن! اب تم آزاد ہو“۔

یہ کہہ کر اوپچی گیا اور ہلدی پیس کر لایا۔ اپنے زخموں اور مسلم کی چوٹوں پر تھوپا۔ لڑکی کو کچھ پھل کھلائے۔ لڑکی کا ڈر ختم ہو چکا تھا۔ اس نے بتایا: ”میں اوشا ہوں۔ آشا کی سہیلی اور وزیر کی بیٹی۔ اگر اس بھیّا کی جگہ آشا ہوتی تو مجھے آج مار ڈالا جاتا اور آشا ان سادھوؤں کی بدکاری کا نشانہ بنتی رہتی۔ سال بھر تک اس کی آبرو لوٹی جاتی، پھر یہی ہوتا رہتا۔“

اوشا نے یہ بھی بتایا: ”یہ جو دو مہنت رسیوں سے بندھے پڑے ہیں۔“ ان میں ایک راجہ کا پروہت ہے اور دوسرا اس کا خاص چیلا ہے۔ انہی دونوں کی شرارت سے یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے“۔

اس بات چیت کے بعد مسلم، اوپچی اور اوشا تینوں اٹھے۔ دونوں سادھوؤں کو گھسیٹتے لے چلے۔ دریا کے کنارے پہنچے۔ وہاں ناؤ تھی۔ سب اس پر بیٹھے۔ اوپچی ناؤ کھینے لگا۔ دو گھنٹے ناؤ کھیتا رہا۔ صبح ہوتے ہوتے راجدھانی کے قریب ناؤ کنارے لگائی۔ سب اترے تو اوپچی نے کہا: ”اب تم سب لوگ اس برگد کے نیچے آرام سے بیٹھو۔ مسلم بھیّا

!تم ان دونوں سادھوؤں کی نگرانی کرنا اور اوشا سے باتیں کرو"۔ یہ کہہ کر اوپچی چلا گیا۔ مسلم اور اوشا باتیں کرنے لگے۔ مسلم نے اپنی ساری کہانی کہہ سنائی۔ اوشا نے بڑی حیرت کے ساتھ سنا اور مسلم کی بہادری کی تعریف کی۔ مسلم نے اسے اسلام کے تلقین کی۔ اوشا سچے دل سے مسلمان ہو گئی۔

اوپچی نے جا کر راجہ اور رانی کو بتایا کہ مسلم زندہ واپس آ گیا۔ اور جیسا کہ وہ کہہ رہا تھا دیوتا کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ چل کر دیکھیں۔ یہ سارا پاکھنڈ آپ کے پروہت نے رچایا تھا۔

اسی وقت وزیر کو خبر دی گئی کہ اوشا زندہ سلامت مسلم کے ساتھ ہے۔ وزیر اور اس کی بیوی اور گھر کے سب لوگ راجہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جلدی جلدی مسلم کے سواگت کے لیے تیار ہو گئے۔ عام لوگ بھی ہزاروں کی تعداد میں اس سواگت میں شریک ہو گئے۔ پھر بڑی دھوم دھام سے راجہ، رانی، آشا، وزیر اور وزیر کا گھرانہ اور پبلک "مسلم زندہ باد اور پاکھنڈ مردہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے برگد کے پاس پہنچے۔ مسلم نے بڑھ کر سلام کیا۔ اوشا اپنی ماں سے لپٹ کر خوب روئی اور بتایا کہ وہ مسلمان ہو گئی ہے۔

راجہ اور پبلک نے مسلم کو دیکھا، اس کے سر اور پیٹھ پر ہلدی تھوپی ہوئی تھی۔ سب سمجھ گئے کے مقابلہ سخت ہوا ہے۔ رانی نے بڑھ کر مسلم کی بلائیں لیں۔ آج آشا دیوی بھی مسلم کی آرتی اتار رہی تھی اور وہ بہت خوش تھی۔ راجہ نے وہیں حکم دیا کہ پروہت اور اس کے چیلے کو آدھا زمیں پر گاڑ کر، تیروں کی بارش کی جائے۔ یہ سزا سب نے دیکھی اور سب بہت خوش ہوئے۔

اوپچی اور مسلم کو بڑی عزت کے ساتھ راجدھانی لایا گیا۔ دونوں کا علاج ہوا۔ دو تین دن میں وہ دونوں چنگے ہو گئے۔ راجہ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر مسلم زندہ واپس آئے

گا تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔ راجہ ، رانی ، آشا، وزیر، وزیر کا گھرانہ سب مسلمان ہو گئے۔
راجہ اور وزیر کا مسلمان ہونا تھا کہ جزیرے کے سارے لوگ مسلمان ہو گئے۔

اب مسلم نے گاؤں جانے کی اجازت چاہی ، راجہ نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ پھر واپس آؤ گے۔ واپس آؤ گے تو یہاں ایک اسکول قائم ہو گا۔ اس میں اسلامی تعلیمات کا انتظام کیا جائے گا۔ پھر حکم دیا کہ ہر گاؤں والوں کے لیے تحفے بھیجے جائیں۔ راجہ کے حکم پر کئی گاڑیوں پر کپڑے، زیور، اناج کے بورے اور پھل پھلاری اور میووں کے بورے لادے گئے۔ اس طرح مسلم اور اوپچی گاؤں پہنچے تو سب بہت خوش ہوئے۔ کاکے چی اور رخوشو بہت بے چین ہوئے۔ وہ مسلم سے لپٹ کر خوب روئے۔ بھڑاس نکلنے کے بعد راجہ کی طرف سے لائے گئے تحفے چوپال میں سجے گئے اور چند بوڑھے اور تجربہ کار آدمیوں کی مدد سے مکھیا نے گاؤں بھر میں برابر برابر حصے بانٹے۔ اس طرح گاؤں میں تیوہار جیسی خوشی منائی گئی۔ اوپچی سے پوچھا گیا: ”تم کیسے مسلم تک پہنچے“۔ اس کے جواب میں اوپچی نے دیوتا کی بناوٹی کہانی سنائی جو اس طرح ہے۔

✪✪✪

پہاڑی دیوتا کی حقیقت

سارے سادھو بناوٹی تھے۔ سنگے سیار۔ پہلے سب ڈاکو تھے۔ میں بھی انہیں میں تھا۔ ہم نے بڑے بڑے ڈاکے ڈالے۔ گاؤں گاؤں لوٹے۔ ہزاروں جانیں لیں۔ بے شمار دلہنوں کو بیوہ اور ان گنت بچوں کو یتیم بنایا۔ جب راجہ نے ہماری گرفتاری کے لیے فوج بھیجی تو ہم سب جنگل میں گھس گئے۔ فوج نے وہاں بھی ہمارا پیچھا نہ چھوڑا۔ جنگل میں آگ لگادی۔ ہم وہاں سے بھاگے۔ بہت سے ڈاکو جنگل کی آگ میں جل گئے۔ ہم باہر نکلے تو بہت سے پکڑے گئے۔ ہم دس بارہ ڈاکو جو بچے، ایک غار میں جا گھسے۔ بہت دنوں تک چھپے رہے۔ پھر ہمارے ایک ساتھی نے کہا: کب تک چھپے رہو گے۔ میں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔ آؤ، ہم بھیس بدلیں، جٹیں بڑھائیں۔ گیروا لباس پہن کر سادھو بن جائیں۔ ایک مورتی کہیں سے ڈھونڈ نکالیں اور پہاڑی پر جمادیں۔ گاؤں گاؤں چل کر پروپیگنڈہ کریں کہ پہاڑی پر دیوتا اترے ہیں، ہم نے درشن کیا ہے۔ ان سے جو مرادیں مانگیں ان مرادوں میں ہمیں کامیابی ہوئی۔ جو منت مانگی پوری ہوئی۔ لوگو! چلو، چڑھاوے چڑھاؤ، مرادیں پاؤ۔ دیوتا دولت بھی دیتے ہیں۔ بیٹی بیٹا بھی دیتے ہیں۔ گاؤں گاؤں چل کر آمادہ کرو، پھر دیکھوں کیسی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ دھن بھی تمہارا چرن چھوئے گا۔ لوگوں کا من بھی تمہارے چرنوں میں جھکے گا۔ ہمیں کوئی پہچان بھی نہ سکے گا۔ راجہ بھی ہمارا بھگت بن جائے گا۔ پھر تو ہماری پانچوں انگلیاں گھی میں ہوں گی۔'' یہ رائے ہم سب کو پسند آئیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ایک مورت کہیں سے لے آئے۔ عوام تو مورکھ ہوتے ہیں۔ ہم نے خوب پروپیگنڈہ کیا۔ پہلے سال زیادہ کامیابی نہیں ہوئی، لیکن دوسرے سال سے میلہ لگنے لگا۔ میلے میں لوگ آنے لگے۔ چڑھاوے چڑھانے لگے۔ آمدنی خوب ہونے لگی۔ ہم رقم آپس میں بانٹ لیتے اور جو

اناج آتا، میوے اور پھل آتے گذر بسر کے لیے رکھ لیتے۔ ہمارے پہننے کے لیے کپڑے بھی آتے۔اب ہم کو کیا ضرورت تھی۔ لیکن نہیں، ایک ضرورت تھی، وہ ضرورت تھی عورت کی۔ سوچنے لگے کہ عورت کس طرح سے حاصل کیے جائے۔

اب سنئے ایک سال قحط پڑا۔ پانی نہیں برسا، اناج پیدا نہیں ہوا، تو ہم نے مشہور کر دیا کہ دیوتا ناراض ہو گیا ہے۔ جب تک کنواری کنیا دان نہ کرو گے پانی نہ برسے گا۔ یہ بات راجہ تک پہنچی۔ اس نے ہمیں بلایا۔ ہم دربار میں پہنچ گئے۔ دربار میں گئے تو راجہ نے ہماری آؤ بھگت کی۔ ہمارا سردار بڑا گھاگ تھا۔ اس نے راجہ کو اپنی باتوں کی جادو میں اتار لیا۔ لیجئے، سرکاری حکم ہو گیا۔ ہم نے میلے سے پہلے گاؤں گاؤں میں کنواری کنیائیں ڈھونڈ نکالیں۔ ان کی فہرست بنائی اور ایک سندر کنیا کا نام مشہور کر دیا کہ دیوتا نے اس کا نام لیا ہے۔ وہ کنیا بھینٹ چڑھاویں۔ ہوتا یہ کہ اسے دلہن بنا کر زیور سے سجا کر ڈولے میں دریا کے کنارے بیٹھا دیا جاتا۔ کپڑے اور زیور ساتھ کر دیے جاتے، پھر ہم اسے کشتی میں بٹھا کر رات میں لے جاتے۔ کچھ دنوں کے بعد دیوتا کے پاؤں کے نیچے سرنگ ڈھونڈ نکالی تو سرنگ کے اوپر کا حصہ ایسا بنایا کہ جہاں کنیا کو دیوتا کے چرنوں میں بٹھایا جاتا وہاں ایک کمانی لگا دیتے اور کمانی کا بٹن دباتے کنیا اندر جا گرتی۔ پھر جب وہ باہر پہاڑی پر آتی تو ہم اسے سال بھر زندہ رکھتے۔ پھر جب دوسرے سال نئی کنیا آتی تو پہلی کو مار ڈالتے اور کسی گہری جگہ پھینک دیتے۔

پچھلے سال وزیر کی کنیا بھینٹ چڑھی۔ اس سال راجہ کی لڑکی کا نام نکلا تو مسلم بھیّا آ چکے تھے۔ انہوں نے سنا اور اس پاکھنڈ کو مٹانے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں مسلم بھیّا کے گیان دھیان اور نماز سے ان کے بہت قریب ہو گیا اور پھر مسلمان ہو گیا۔ اور مسلم بھیا کی مدد کے لیے تیار ہو گیا۔ اللہ کو منظور تھا کہ یہ خرابی یہاں سے دور ہو۔ مسلم بھیّا پہاڑی پر بڑی بہادری سے لڑے۔ چار ڈاکو ان کی تلوار سے قتل ہوئے۔ چار

میری لاٹھی سے مرے۔ دو کو ہم نے پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا اور وہاں سے لا کر راجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ راجہ نے انہیں پہچانا۔ ان دو میں راجہ کا پروہت اور اس کا چیلہ تھا۔

راجہ کا وزیر بھی بہت خوش تھا۔ راجہ نے مسلم بھیّا سے کہا تھا کہ اگر تم زندہ واپس آؤ گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ راجہ مسلمان ہو گیا۔ رعایا بھی مسلمان ہو گئی۔ اس طرح راجہ کی حکومت سے یہ پاکھنڈ دور ہوا۔ مورت توڑ ڈالی گئی۔

اوپچی نے سب کچھ بتا دیا۔ کوئی بات نہیں چھپائی۔ اب مکھیا اور گاؤں کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اب راجہ کا حکم بھی اوپچی نے سنایا کہ راجدھانی میں ایک بڑا اسلامی مدرسہ قائم ہو گا۔ گاؤں کے جو لوگ وہاں جائیں گے، انہیں کھیت دیے جائیں گے۔ مدرسہ میں مفت تعلیم ہو گی۔

راجہ کے حکم پر بہت سے غریب لوگ راجدھانی جانے پر تیار ہو گئے۔ جن کے پاس زیادہ زمین تھی، وہ نہ جا سکے۔ راجہ نے آنے والوں سے اپنا وعدہ پورا کیا۔ زمین دی، مکان بنانے کے لیے لکڑی دی اور سال بھر کا اناج دیا۔ سب بہت خوش حال ہو گئے۔

آخر میں راجہ نے دربار کیا۔ دربار میں اعلان کیا کہ آج تین شادیاں ہوں گی۔ راجہ نے مسلم سے آشا کی شادی کر دی۔ آشا کا نام عائشہ رکھا گیا۔ اوشا سے اوپچی کا نکاح ہوا۔ اس کا نام مسلم نے صبیحہ رکھا۔ اور اوپچی کا نام نور محمد رکھا۔ آخر میں خوشو کا نکاح کاکے چی کے ساتھ مسلم نے پڑھایا۔ خوشو کا نام خوشی محمد اور کاکے چی کا نام مسرت فاطمہ رکھا۔ اس طرح مسلم بھیّا کی کہانی ختم ہوئی۔

✪✪✪